



اقتصادیات اقتصادیات اسلامی اقتصادیات

اسلام کا معاشی نظام

کیونرم سرمایہ داری اور اسلام

اقتصادیات | اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے، اس لئے اسلام نے اپنے معاشی نظام میں بھی فطرتِ انسانیہ کا لحاظ رکھا۔ اور تمام فطری امور کو اپنی حالت پر رہنے دیا۔ البتہ جہاں کہیں ان میں کمی، زیغ اور بے اعتدالی واقع ہوئی تھی۔ اس کا ازالہ کر کے اس کو اعتدال پر لایا گیا۔ اسلام کے معاشی نظریہ کے خلاف اکتنازیت اور اشتراکیت کے معاشی نظریات میں چونکہ بے اعتدالیت اور فطرتِ انسانی کے حدود سے انحراف موجود تھا۔ کیونکہ یہ دونوں نظریات جذباتی تھے۔ اور جذباتی نظریات کے لئے فطرت کی حدود شکنی لازمی ہے۔ اس لئے اسلام نے اپنا معاشی نظام ایسا معتدل اور موافق فطرت رکھا کہ اس میں انسان کے تمام طبقات کا معاشی تحفظ اور حقوق کی رعایت بھی موجود رہی۔ اور سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکی نظام کی تمام خامیاں بھی اس میں دور کی گئی ہیں۔ اسلام نے اپنے معاشی نظام میں ان تمام دروازوں کو بند کیا جن سے عوام کی معاشی حالت متاثر ہوتی تھی۔ اور جن سے سرمایہ دار غریب طبقے کا خون پستے تھے۔ اور ان تمام امور کی بھی مخالفت کی گئی جن سے انسانی حریت اور شرافت اور خود مختارانہ جوش عمل پر بڑا اثر پڑتا تھا۔ مال کے سکون کو اس نے حرکت میں تبدیل کیا اور غریب میں امراء کے خلاف حسدِ عدوانی کو تیز کرنے کی بجائے حسدِ ایمانی اور اخلاقی کے ذریعہ دونوں میں محبت کا ربط قائم کر کے فقراء کے

حقوق کو محفوظ کیا گیا۔ اور بجائے غیر فطری مالی مساوات کے امراء اور عزار میں اکتسابِ رزق میں قانونی مساومت کو قائم کیا۔ اور قوانین عدلیہ میں امیر و غریب اور شاہ و گدا کو برابر رکھا۔ اور ایسے امور میں جو انسانی جدوجہد کی پیداوار نہیں۔ اور جن پر انسانی سعی و عمل اور محنت کے فدیے سے جائز طریقے سے بالذات یا باواسطہ کسی انسان کا قبضہ نہ ہوا ہو۔ ان کو سب انسانوں کی مشترک ملکیت قرار دیا۔

یہ وہ دس اصول ہیں جن پر اسلام کے معتدل معاشی نظام کی عمارت قائم ہے۔

امور فطریہ انسانیہ کو اپنی حالت پر قائم رکھنا اور اشتراکی بے اعتدالی کی تردید

کیونکہ فطری معاشی نظام میں غیر فطری مصنوعی مالی مساوات ہے۔ اور سرمایہ دارانہ نظام میں غیر فطری تفاوت

ہے۔ اسلام نے اعتدال قائم کیا اور دونوں کی تردید کی۔ مصنوعی مساوات کی تردید کی کہ وہ خلافِ فطرت ہے۔ جب قدرت نے انسان میں دولت کی تخلیقی قوت میں فرق رکھا ہے۔ اس لئے سب انسانوں کی فکری اور دفاعی قابلیت برابر نہیں اور نہ عملی قوت یکساں ہے۔ تو انہی دو قوتوں کے فطری تفاوت کی وجہ سے انسانی طبقات میں مالی تفاوت کا رونما ہونا لازم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فکری اور دفاعی قابلیت کے تفاوت کی وجہ سے تمام ملازم طبقوں کی تنخواہ یکساں نہیں۔ اور نہ تمام تاجروں کی آمدنی برابر ہے۔ اور نہ تمام اربابِ صنعت و حرفت کی کمائی برابر ہے۔ کیونکہ فکر و عمل کی قوت برابر نہیں۔ اس لئے فطری تفاوت کے ثمرات و نتائج کو اپنی اصلی فطری حالت کے مطابق قائم رکھنا معقول ہے۔ اور اس فطری تفاوتِ مال کے خلاف جدوجہد و حقیقتِ فطرت کے خلاف جنگ ہے۔ جسکو کسی طرح معقول قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس لئے اسلام نے اس فطری تفاوت کو برقرار رکھا۔ اور امراء و عزار کے دونوں طبقوں کا وجود تسلیم کیا۔ اور امراء کے طبقہ پر ایسی پابندی عائد کی کہ غریب طبقے کے حقوق بھی محفوظ رہیں۔ اور امراء اپنے فطری حدود سے تجاوز نہ کرنے پائیں۔ یہ پہلی اعتدالیّت ہے۔

سرمایہ دارانہ بے اعتدالی کی تردید اور

امراء و عزار دونوں کے حقوق کی حفاظت

تاکہ اعتدال پیدا ہو کر غریب طبقے کے حقوق محفوظ

ہو جائیں

- ۱۔ امیر طبقہ حدودِ فطرت و شریعت سے تجاوز کر کے سود کے ذریعہ مال میں اضافہ نہ کرے بلکہ اس کے برخلاف غریب طبقہ کے قرضِ حسنہ کے طور پر امداد کرے۔
- ۲۔ رشوت، ظلم اور دیگر ناجائز ذرائع سے مال نہ کمائے۔

۳۔ سرمایہ دار طبقہ وسائل رزق پر مثلاً تجارت، صنعت، کارخانہ سازی، زمینداری، ٹھیکہ داری اور ملازمت پر صرف دولت کے اثر سے اپنا قبضہ جاکر غیر سرمایہ دار طبقے کو محروم نہ کرے۔ تاکہ ان وسائل سے غیر سرمایہ دار طبقہ بھی مستفید ہو سکے۔ اور فطری تفاوت اپنے حدود میں رہے۔ تاکہ وہ قارونیت کی شکل اختیار نہ کر سکے۔ ورنہ بجائے فطری تفاوت کے قارونی تفاوت رونما ہوگا۔ اور تمام وہ مفاسد اور خرابیاں رونما ہوں گی، جو سرمایہ دارانہ نظام کا خاصہ لازمہ ہے۔

۴۔ امراء کے اموال میں فقراء طبقے کے برحق حقوق ہیں۔ اسلام نے قانون زکوٰۃ و عشر و خراج و دیگر صدقات کے ذریعہ امراء کو فقراء کی حاجت روائی کے لئے جواب دہ قرار دیا۔ تاکہ ہر سال امراء کے مال سے مناسب حصہ فقراء کو منتقل ہو کر فطری تفاوت اپنی حد کے اندر رہ کر بڑھنے نہ پائے۔

اسلام نے اپنے معاشی نظام میں اکتنازی اور اکتنازی اور سرمایہ دارانہ نظام میں سب اشتراکی، معاشی نظاموں کی خامیوں کا ازالہ کیا

سے بڑی سرمایہ سودی کاروبار ہے۔ اسلام

نے ہر قسم کے سود کو بھردہ دیا، حرام قرار دیا۔ اور صرف اصل قرضے کی وصولی کی اجازت دی۔ ارشاد ہے: **وَإِنْ تَبْتَدُوا فَلَکُمْ رُحُوسُ أَمْوَالِکُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ**۔ اگر تم سود سے توبہ کرو گے۔ تو تم کو صرف اصل قرضہ ملے گا نہ تم ظلم کرنے کے مجاز ہو کہ اصل قرضہ سے ایک کوڑی زیادہ لو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ کہ اصل قرضہ سے ایک کوڑی کم ملے۔ (قرآن)۔ اسی عرن سورہ بقرہ پ ۳ میں **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ**۔ ایماندارو اللہ سے ڈرو اور سچوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے۔ سود اگر تم کو اللہ کے فرمانے پر یقین ہے۔ اسی طرح احل اللہ البیع و حرّم الربوا۔ حلال کیا خدا نے تجارت کو اور حرام کیا سود کو۔

ان تینوں آیات میں اللہ نے سرمایہ داری کی بنیادی نقص کو دور کیا اور سود کی تمام قسموں کو حرام ٹھہرایا۔ خواہ اصنافاً مصنعاۃ ہو یا کم، چاہے ایک چوٹی فی صد ہو۔ البتہ عرب میں ذیل سود کا بھی رواج تھا، جو سود کی بدترین شکل تھی۔ کہ جب بھی میعاد پر قرضہ ادا نہ ہوتا تھا تو میعاد کے بڑھانے کے ساتھ ساتھ سود کی مقدار بھی بڑھاتے تھے۔ یہاں تک کہ سود کی رقم دگنی سہ گنی ہو جاتی۔ اسکو بھی قرآن نے خصوصی طور پر حرام کیا۔ **وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ مَصْنَعًا مِّنْ أَمْوَالِكُمْ**۔ اصل قرضہ کی شکل سود کی مراد ہے۔

الغرض کہ قرآن نے سود کے تمام اقسام کے دروازے بند کر دیے۔ اور سود خوار کو ایسی شدید دھمکی دی گئی۔ کہ قرآن میں کسی اور جرم پر ایسی دھمکی نہیں دی گئی۔ فرمایا: **فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ**۔ اگر سود نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ اللہ اور رسول سے جنگ کرنے کے لئے۔

دان تبتم فلکم رؤس أموالکم اگر سود سے توبہ کرو تو صرف قرض لینا ہوگا۔ نہ اس سے زیادہ چاہیے ایک پائی ہو، اس سے بعض مغرب زدہ لوگوں کی تحریف قرآنی کی حقیقت واضح ہوگئی کہ قرآن نے عمومی سود کو بھی حرام کیا۔ اور ایک مخصوص صورت کو بھی جو قبیح تر تھی۔ اس کی حرمت کو بھی خصوصیت کے ساتھ منوع قرار دیا۔ ورنہ قرآن کے مضامین میں تعارض لازم آئے گا۔ فلکم رؤس أموالکم والی آیت صرف اصل قرضہ کی وصولی کے ساتھ جواز مخصوص کرتی ہے۔ اسی طرح وذر ما بقی من الربو والی آیت سود کا جو بھی باقی ماندہ مطالبہ ہو اسکو حرام قرار دیتی ہے۔ اب اگر حرمت صرف ذیل سود سے مختص ہو تو ان دونوں آیتوں کے خلاف ہوگا۔ اور اگر سب صورتیں حرام ہوں تو سب آیتوں پر عمل ہوگا۔ اور کوئی آیت متردک العمل نہ رہے گی۔ یہی معنی تقریباً چودہ سو سال سے ماہرین قرآن نے سمجھے۔

قرآن کا تواتر لفظی و معنوی | قرآن میں لفظی اور معنوی تواتر دونوں ہیں۔ جس طرح الفاظ قرآن تواتر سے ثابت ہیں۔ اور ان کو زمانے کی تبدیلی کی وجہ سے بدلا نہیں جاسکتا۔ تو قرآن کے واضح مطالب بھی تواتر ہیں کسی زمانے میں بھی ان متواتر معانی اور مطالب میں تبدیلی و تحریف کی گنجائش نہیں۔ خواہ بڑے یا سود ہو یا صوم و صلوة یا حج و زکوٰۃ یا دیگر مطالب متواترہ اگر بالفرض مطالب قرآنیہ متواترہ محفوظ نہ رہے۔ اور ہر کس و تا کس جب چاہے اسکو تبدیل کر سکتا ہے۔ تو پھر الفاظ قرآن کی محفوظیت بھی بے فائدہ ہو کر رہ جائے گی۔ کیونکہ حفاظت الفاظ کی غرض حفاظت مطالب و معانی ہیں۔ اگر معانی محفوظ نہیں تو صرف لفظ کی حفاظت سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

حرمت متجزی نہیں | حرمت اشیاء میں اسلامی ضابطہ یہ ہے کہ اس میں قلیل و کثیر کے لحاظ سے تفاوت نہیں ہوتا۔ کہ کثیر سود حرام ہو۔ اور قلیل جائز ہو۔

چوری کثیر و قلیل دونوں حرام ہیں۔ ڈاکہ کے ذریعہ قلیل و کثیر مال حاصل کرنا دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ مردار کھانا قلیل و کثیر دونوں ناجائز ہے۔ لہذا سود میں یہ حد بندی کہ سود مغرور حلال ہو اور سود مرکب حرام ہو عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے۔ الغرض جو چیز مدار حکم ہو۔ خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، اس سے حکم کی تبدیلی نہیں ہوتی۔ مثلاً چوری حرام ہے۔ اور حرمت کا مدار اس کا چوری ہونا ہے۔ اب چوری تھوڑی ہو یا زیادہ دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ اس میں کم و بیش، قلیل و کثیر کا حکم ایک ہی ہوگا۔ کہ سب صورتیں حرام ہوں گی۔ اسی طرح مردار حرام ہے۔ خنزیر کا گوشت، نشہ آور چیز حرام ہے۔ ڈاکہ حرام ہے۔ غصب اور ظلم حرام ہے۔ ان سب میں کم و بیش، قلیل و کثیر کا ایک ہی حکم ہوگا۔ اور سب صورتیں حرام ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ شریعت کسی چیز پر فساد کی وجہ سے حرمت، کا حکم لگاتی ہے۔ اور فساد

خواہ قلیل ہو یا کثیر دونوں واجب الابطحنا ہیں۔

دین میں اس قسم کا تجدد، تجدید صلاح نہیں، تجدد فساد ہے۔ اور تقلید فرنگ کا بہانہ ہے۔
بقول اقبالؔ

محسوس یہ ہوتا ہے کہ آوازہ تجددِ مشرق میں ہے تقلیدِ فرنگی کا بہانہ

مسلم اور حربی، عبد اور مولیٰ میں جوازِ ربوہ نہیں
بلکہ عدم وجودِ ربوہ ہے

درمیان ربوہ کی صیرت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ یہ غلط ہے۔ ان دونوں صورتوں میں فقہ نے جوازِ ربوہ کا فتویٰ نہیں دیا۔ بلکہ ربوہ کے وجود سے انکار کیا۔ یعنی ان دونوں صورتوں میں ربوہ شرعی متحقق نہیں۔ نہ یہ کہ ربوہ شرعی متحقق ہے۔ لیکن جائز ہے۔ اور ان دونوں صورتوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ ربوہ کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ بلا عوض مقابل کسی دوسرے شخص کا معصوم مال حاصل کیا جائے۔ عبد اور مولیٰ میں اگر کوئی ایسا تبادلہ ہو جائے۔ کہ مولیٰ نے غلام کے ہاتھ سے دو روپے ایک روپیہ کے عوض میں لئے تو چونکہ عبد اور غلام کے وہ دو روپے درحقیقت خود مولیٰ کے ہیں۔ اس لئے دو مالکوں میں تبادلہ نہیں ہوا۔ بلکہ یہ ایسا ہوا کہ ایک مالک نے کسی شخص یعنی غلام کے پاس ایک روپیہ بطور لمانت رکھا۔ اور دو روپے اپنے جو اس کے پاس تھے، وہ واپس لے لئے۔

اسی طرح حربی کا مال مباح ہے، شکار اور صید کی طرح اس کی ملکیت نہیں۔ مالک حقیقی نے اس کی ملکیت کو ختم کیا ہے۔ اب صرف قبضہ ہی فیصلہ کن ہے۔ جب حربی کے مال پر قبضہ کیا گیا تو یہ ایسا ہے، جیسے شکار پر قبضہ کیا جائے۔ یہ بھی دو مالکوں میں تبادلہ نہیں۔ یہی راز ہے۔ کہ فقہانہ نے ان دونوں صورتوں میں یہ لفظ استعمال نہیں کیا۔ کہ يجوز الربو بین المسلم والمسلمین و بین العبد و مولاه۔ بلکہ یوں تعبیر کی کہ لا ربو بین المسلم والمسلمین ثم ولا بین العبد و مولاه۔ یعنی دونوں صورتیں سرے ربوہ نہیں۔ اور نہ ہی ربوہ کا شرعی مفہوم ان میں موجود ہے۔

اسلام نے اکتنازیت اور احتکاریت اور
دسائل رزق پر ایک طبقہ کا قبضہ ختم کیا۔ اور
اشراکیت کے خلاف شخصی حریت کو برقرار رکھا
کہتے، ان کو درود تاک عذاب کی خبر سنا دو۔ (قرآن) الذی جمع مالا وعدده يحسب ان ماله

اخلاصہ کلاً لینبذ فی الخطیہ۔ جو لوگ مال جمع کرتے ہیں۔ اور گن گن کر اسکو رکھتے ہیں۔ ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ (قرآن) صحیح مسلم میں معمر مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں: من احتکر فہو خاوی۔ جو انسانی خوراک کو گرائی کی نیت سے ذخیرہ کرے وہ مجرم ہے۔ قرآن نے یہ ارشاد فرما کر ایک طبقہ کا انسانی ذرائع معاش پر قبضہ کرنے کو روک دیا۔ خلق لکم ما فی الارض جمیعاً وجعلنا لکم فیہا معالیش۔ یعنی زمین کے تمام ذرائع معاش سے استفادہ کرنا تمام انسانوں کا حق ہے۔ ہر انسان اپنی فطری قوت، فکر و عمل سے اکتساب، رزق حلال اور اعنافہ ملکیت شخصی میں حدود و شریعت کے اندر رہ کر آزاد ہے۔ اور مالدار کی فطری تفاوت عین فطرت و حکمت ہے۔ نحن قسمنا بینہم معیشہم ورفعنا بعضہم فوق بعض درجات لیتخذ بعضهم بعضاً سخیراً۔ ہم نے فطرۃ اکتساب معیشہ کی قوتیں انسانوں میں تقسیم کی ہیں۔ اور ان میں اونچ نیچ رکھا ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔ بیٹھا وی لکھتے ہیں۔ کہ ایک دوسرے کو اپنے کاموں کے لئے استعمال کر سکیں۔ اور ان میں الفت اور نظم قائم رہتا کہ نظام عالم درست رہ سکے۔

حکمت تفاوت مالی | جس حکمت کی طرف قرآن نے اجمالی اشارہ کیا۔ اسکی تفصیل یہ ہے۔ کہ نظم بشری اور جماعت بشریہ کی تالیف ایک اہم نصب العین ہے۔ انسانی فطرت دیگر حیوانات کے برخلاف اجتماعیت کا مقتضی ہے۔ ہر حیوان بجز انسان کے الگ تھلک رہ سکتا ہے لیکن انسان مدنی الطبع ہونے کی وجہ سے اجتماعیت کے بغیر ایک لمحہ کے لئے بھی انفرادی صورت میں زندگی نہیں گزار سکتا۔

حاجت لباس | انسان کو کپڑے کی ضرورت ہے تاکہ دفع حر و قری یعنی گرمی اور سردی سے بدن کی حفاظت کر سکے۔ کپڑا سوت سے بنتا ہے۔ لہذا اسکو ایک مزارع کے تعاون کی ضرورت ہے کہ وہ کپاس کا شت کرے۔ پھر اسکو کپاس میں سے روٹی اور ہونے کو ایک دوسرے سے جدا کر دینے کے لئے ایک اور معاون کی ضرورت ہے۔ روٹی کو کات کر دھاگہ بنانے کے لئے کاتنے والے کا محتاج ہے۔ دھاگہ حاصل ہونے کے بعد اس کو جلا ہے کی ضرورت ہے کہ کپڑا تیار کر دے۔ سینے کے لئے اس کو درزی اور رنگانے کے لئے رنگ ساز کی ضرورت ہے۔ اس پوری جماعت کے تعاون کے بعد وہ کپڑے سے استفادہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر اونی اور شری کپڑا ہو۔ یا عورتوں کے لئے ریشمی کپڑا تو ان سب میں ایک انسان کو دیگر متعدد انسانوں کی اعانت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ایک انسان خود تنہا یہ سب کام انجام نہیں دے سکتا۔

مسکن کی حاجت | اسی طرح انسان کو مکان کی بھی ضرورت ہے جس میں اینٹ، چونا، پتھر

اور سینٹ حاصل کرنے کے لئے اسکو دوسرے انسانوں سے مدد لینا پڑتی ہے۔ مگر ہی کے کام کے لئے بڑھتی اور نجات اور بوسے کے کام کے لئے لوہار تعمیر کے لئے معمار اور مزدور کی ضرورت ہے۔ جب کہیں جا کر مکان تیار ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس خورداک کی فراہمی کے لئے غلہ کاشت کرنے والا، پیسنے والا، توایا تنور بنانے والا، ہنڈیا تیار کرنے والا، گھی اور مصالحہ فراہم کرنے والے کی امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ جگہ صاف کرنے کے لئے بھنگی، حجامت درست کرنے کیلئے حجام، کپڑے دھونے کیلئے دھوبی کی ضرورت ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ انسان کی پوری زندگی کا نقشہ انفرادی نہیں، اجتماعی ہے۔ اور انسان کا یہ اجتماعی نظام حیات حاجت پر مبنی ہے۔ اسی حاجت کی وجہ سے افراد انسانی میں ربط، جوڑ اور نظم قائم ہے۔ اگر سب انسان مالدار ہی میں برابر ہوں تو ایک انسان دوسرے سے کس طرح کام لے سکے گا۔ مثلاً اگر مساوی انسانوں میں سے ایک دوسرے سے کہے کہ میری حجامت بناؤ تو وہ کہہ سکتا ہے کہ تم میری حجامت بناؤ میں تم سے کس بات میں کم ہوں۔ یا یہ کہے کہ میرے کپڑے دھو ڈالو۔ تو وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ تم میرے کپڑے دھوؤ۔ کیونکہ ہم دونوں برابر ہیں۔ قلی سے کہا جائے کہ یہ صندوق اٹھاؤ تو وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں کیوں اٹھاؤں۔ مجھے اٹھانے کی حاجت نہیں تم خود اٹھاؤ۔ بہر حال کام لینے کے لئے تفادیت کا وجود ضروری ہے۔ کہ کام لینے والا کام کا محتاج ہو۔ اور کام کرنے والا اجرت اور پیسے کا محتاج ہو۔ لہذا عمل اور مال میں تبادلہ ممکن ہو سکے گا۔ اور اگر مال یکساں ہو۔ تو یہ تبادلہ ممکن نہیں۔ ہر انسان کو اپنا کام اور عمل خود کرنا پڑے گا۔ اور انسانوں کی ربط باہمی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کیونکہ مدار ربط حاجت ہے۔ یہ قدرت کا عجیب انصاف ہے۔ کہ ربط قائم کرنے کے لئے مالی تفادیت کی ضرورت تھی۔ تاکہ بے مال یا کم مال والا، مالدار کے لئے کام اور عمل کر کے مال کما سکے۔ لیکن اگر حاجت صرف عامل کی طرف سے ہوتی تو مالدار فرعون بے سامان بن جاتا۔ لہذا قدرت نے دوطرفہ حاجت کا نظام قائم کیا ہے۔ عامل اور مزدور کو اجرت، تنخواہ اور مال کی حاجت ہے تو مال دار کو قدرت نے عمل کا محتاج بنایا۔ تاکہ دوطرفہ حاجت کی وجہ سے ہر ایک دوسرے کا محتاج رہے۔ اور کسی میں شان استغناء اور بے نیازی پیدا نہ ہو تاکہ کوئی ایک دوسرے پر زیادتی نہ کر سکے۔

جوش عمل کیلئے حریت کی ضرورت | اسلام نے شخصی ملکیت کو برقرار رکھ کر اضافہ ملکیت کی تحریک کی وجہ سے اس نے مارکان کے تعطل کو دور کر کے ان میں جوش عمل پیدا کیا۔ اور ان کو حیوانیت سے اٹھا کر مقام شرف انسانیت پہنچایا۔ کہ وہ نظام اشتراکی کی طرح حکومت کے لئے مشین بن کر

کام نہ کرے بلکہ ایک مالک یا اختیار کی طرح سعی و عمل میں مصروف رہے۔ اشتراکی معاشی نظام میں انسان دیگر انسانوں پر خدائی قائم کرتا ہے۔ اور اس کی تمام قوتوں کو خود مختار نہ نہیں بلکہ اپنے منشاء کے مطابق استعمال کرتا ہے جس سے وہ انسان نہیں رہتا، بلکہ حکومت کی ایک مشین بن جاتا ہے۔ قرآن نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں واضح کیا **وَاتَّٰلِیْہِٗمۡ اِلَآ مَا سَعٰی وَاِنَّ سَعِیَہٗٓ لَیۡرٰی**۔ کہ انسان اپنی کوشش اور جدوجہد سے آزاد استفادہ کرنے کا مالک ہے۔ اور جو کچھ اپنی سعی سے کمائے گا۔ اس کو وہ دیکھ پائے گا۔ **وَمَنۡ یَّجۡزِدۡ اِلَآ مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ**۔ انسان کو اپنے ہی عمل کا بدلہ ملے گا۔ یہ قانون انسان کے دنیوی و اخروی دونوں قسم کے اعمال پر حاوی ہے۔ اشتراکی انسان سے جانور کی طرح کام لیکر گھاس چارہ کھلاتا ہے جو انسان کو حیوان بنانے کے مترادف ہے۔

حرکت دولت | سرمایہ دارانہ نظام کی اس خامی اور کمی کو کہ اس میں دولت ایک خاص طبقہ میں ساکن ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور دوسرے لوگوں تک حرکت نہیں کرتی جس سے دوسرے لوگوں میں غربت اور افلاس رونما ہو جاتا ہے۔ اور انسان کے اجتماعی جسم کا ایک بڑا حصہ مغلوب ہو کر رہ جاتا ہے۔ بعینہ اسی طرح کہ اگر ایک شخص کے بدن کا خون چند اعضاء بدن میں یا ایک عضو میں بند ہو کر رہ جائے۔ اور دوسرے اعضاء کی طرف گردش نہ کرے۔ تو وہ اعضا یقیناً مغلوب ہو کر رہ جائیں گے۔ ایک شخص کیلئے شہر اور جماعت کے لئے دولت یکساں طور پر مواد حیات ہے۔ قرآن نے پہلے اس بنیادی اصول کا اعلان کیا **لَیۡسَ لَیۡکُمۡ دُولَۃٌ بَیۡنَ الْاَغْنِیَآءِ مَذۡکُورَہٗ** کہ تقسیم سب میں اس لئے ضروری ہے کہ مال صرف اغنیاء کے طبقے میں گردش نہ کرنے پائے یہ تو اس بنیادی اصول کا اعلان تھا۔ لیکن اسلام نے اس پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اسلام نے اصلاح معاش کے لئے ایسے قوانین نافذ کئے۔ جن سے حرکت دولت پر عمل ہو۔

۱۔ **حرکت حیات معاون باطنہ و ظاہرہ** | اندرون زمین میں جس قدر دولت ہے۔ خواہ سونا چاندی ہو یا لوہا، ان میں فقہ اسلامی کے تحت **۱/۲** یعنی خمس فقراء کو دلوایا تاکہ گردش دولت کی تکمیل ہو (فقہ القدر بالکسب) یہ تو معدنیات باطنہ کا حال ہے جو محنت و مشقت کے ذریعہ نکالے جاتے ہیں۔ باقی معدنیات ظاہرہ وہ عجمی حیثیت سے تمام عوام کا حق ہے۔ کسی شخص کے ساتھ یا کسی طبقے کے ساتھ مختص نہیں۔ (مغنی ابن قدامہ ج ۶ ص ۱۵۷)

۲۔ **قانون عشر ۱/۲** | زمین کی ایسی پیداوار جسکی آبپاشی میں تکلیف نہ ہو۔ اس میں فقراء کے لئے **دسواں حصہ** ہے۔ **مَا سَقَتِ السَّمَاءُ اَوْ کَانَ عَشْرًا یَا فِیۡہِ الْعَشْرُ**۔ (مصحف عن ابن عمر) جو زمین بارش سے

سیراب ہو یا دریا کی نمی سے نشوونما پائے، اسکی پیداوار میں فقراء کا حق و سواں حصہ ہے۔

۳۔ نصف عشر ۱۰٪ جو زمین رہٹ، ڈول، ٹیوب ویل سے سیراب ہو اسکی پیداوار میں فقراء کا بیسواں حصہ ہے۔

۴۔ ربع العشر ۱۲٪ نقد اور اموال تجارت اور تمام کاروباری آمدنی میں نصاب اور ایک سال گزرنے کی مشرط پر فقراء کے لئے چالیسواں حصہ یعنی ڈھائی فیصد کا حق ثابت ہے تقریباً اسی کے لگ بھگ ان مویشیوں میں بھی فقراء کے لئے زکوٰۃ کا حصہ مقرر ہے جسکی تفصیل فقہ میں ہے۔ مثلاً پانچ اونٹوں میں ایک بکری یا اس کی قیمت، چالیس بکریوں یا دنبوں میں جو چر کر پلتے ہوں۔ ایک بکری یا ایک دنبہ یا اسکی قیمت، گائے، بیل اور بھینس اگر تیس ہوں۔ تو یک سالہ بچہ۔ چالیس ہوں تو دو سالہ بچہ۔

قانون استنبابی: فقراء نوازی جس اخلاقی کے ذریعہ نہ جس عدوانی کے ذریعہ سے جس قدر مال زائد موجود ہو وہ قانون استنبابی کے تحت سب فقراء میں تقسیم ہو۔ وَلْيَسْئَلُوْكَ مَاذَا يَنْفَعُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ۔ آپ سے اسے پیغمبر! پوچھتے ہیں۔ فقراء پر کیا خرچ کریں۔ آپ کہہ دیں کہ تمام وہ مال خرچ کرو جو ضرورت سے زائد ہو۔

ابن حزم ضرورت کے وقت اغنیاء کے اموال کو فقراء پر برابر تقسیم کرنا لازمی قرار دیتے ہیں اور اس پر اجماع صحابہ نقل کرتے ہیں

ابن حزم العللی میں لکھتے ہیں کہ علیؑ سے روایت ہے کہ اللہ نے اغنیاء پر ضروریات فقراء کو فرض قرار دیا ہے۔ اگر فقراء بھوکے اور تنگے ہوں اور اغنیاء کے نہ دینے کی وجہ سے تکلیف میں پڑ جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان سے حساب لے گا۔ اور سزا دے گا۔ ضرورت کے وقت اغنیاء سے مال لیکر سب پر برابر تقسیم کیا جائے گا۔ ابو عبیدہ بن الجراح اور تین سو صحابہؓ نے تورثہ جمع کر کے سب پر برابر تقسیم کیا۔ جن کو دو تورثہ دانوں میں جمع کر کے برابر بقدر قوت سب کو دیتے رہے۔ عربی عبارت یہ ہے۔ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَى الْاَغْنِيَاءِ فِيْ اَمْوَالِهِمْ بِقَدْرِ مَا يَكْفِي الْفُقَرَاءَ اَنْ جَاعُوا وَاعْدُوا وَرَحِمَهُ وَابْتَنَعَ الْاَغْنِيَاءُ فُحْتَ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَّجَاسِمَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَعْذِبَهُمْ وَعِنْدَ الْحَاجَةِ لِيُقْسَمَ الْمَالُ عَلَى السَّوَاءِ صَحَّ عَنْ اَبِيْ بَنِي الْجَرَّاحِ وَثَلَاثَةُ اَشْهُاقٍ مِنَ الصَّحَابَةِ اَنْ زَادَهُمْ نَفْيٌ لِّجَمْعِهِمْ اَنْ زَادَهُمْ فِيْ مَزْوَجِيْنِ جَعَلَ بِقُوَّتِهِمْ عَلَى السَّوَاءِ فَهَذَا اَجْمَاعٌ مَّقْطُوعٌ بِهِ مِنَ الصَّحَابَةِ۔ (العللی ج ۶ ص ۵۸)

پھر اسی طرح ابو سعید کی مرفوع حدیث اور حضرت عمرؓ سے بھی نقل کیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ عن ابی سعید مرفوعاً من کان معہ فضل ظہر فلیعده بہ من لا ظہر لہ و من کان معہ فضل زاد فلیعده بہ من لا زاد لہ قال فذکر اصنافاً من المال حتی رینا انه لاحق لنا فی الفضل فضول اموال الاغنیاء فنقسم ما علی فقراء المهاجرین و هذا فی غایة البصحة والجلالہ

(مجلد ۶ صفحہ ۱۵) ابو عبیدہ بن الجراح کے ہمراہ تین سو صحابہ تھے۔ جن میں اکثر کے پاس تو شہ یعنی زاد راہ ختم ہو چکا تھا۔ آپ نے جن کے پاس زاد راہ تھا، ان سے لیکر سب پر برابر تقسیم کیا۔ اور صحابہ میں سے کسی نے اس کے فعل پر اعتراض نہیں کیا۔ ابو عبیدہ عشرہ مبشرہ میں سے ہے۔ اور لسانِ سالت سے آپ کو امین امت کا خطاب ملا ہے۔ ابو سعید حضورؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے

فرمایا کہ جس کے پاس ضرورت سے زاد سواری ہو وہ اس شخص کو دیدے جس کے پاس سواری نہیں۔ اور جس کے پاس زاد راہ زاد موجود ہو وہ اس کو دیدے جس کے پاس زاد راہ نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسی کئی ضرورت کی چیزیں ذکر فرمائیں۔ یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ ہمارے پاس ضرورت سے جو چیز زاد موجود ہو اس میں ہمارا کوئی حق نہیں۔ ابن خرم فرماتے ہیں کہ اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ (مجلد ۶ صفحہ ۱۵)

حضرت عمرؓ سے ابن خرم نے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے جن حالات کا بعد میں علم ہوا۔ اگر مجھے اس کا پہلے علم ہوتا۔ تو میں دو تہندوں سے ضرورت سے زاد اموال لیکر فقراءِ مہاجرین پر تقسیم کرتا۔ اس روایت کی سند نہایت صحیح اور جلیل الشان ہے۔ قل العفو والی آیت اور ان روایات پر نظر ڈال کر کیا اس امر کا یقین حاصل نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام کے معاشی نظام میں عوام کی حالت

اشتراکی نظام کی نسبت زیادہ بہتر اور زیادہ پُر محبت و خلوص ہوگی۔ اور وہ تمام نقائص بھی نہ ہوں گے جو اشتراکی نظام میں موجود ہیں۔ مولانا عبید اللہ سندھی فرماتے تھے کہ جب میں نے صرف اس ایک آیت یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو کا ترجمہ لینے کو سنایا تو جوش میں آکر اس نے کہا کہ اگر ہم پہلے اس سے واقف ہوتے تو ہمیں کیونزیم کی ضرورت نہ ہوتی۔ بہر حال ابن خرم نے جو کچھ لکھا وہ ان کے نزدیک یہ ایک جبری قانون ہے۔ لیکن اگر اس کو باہمی رضا مندی اور جذبہ اخوة کے تحت رضا کارانہ طور پر عمل میں لایا جائے۔ تو یہ معاشی خوشحالی کے لئے بہترین ذریعہ ہو سکتا ہے۔

قانونی مساوات اور شاہ و گدا کی برابری | امراء عوام کے حقوق کو اپنے اثر و رسوخ کے ذریعہ غصب کرتے ہیں۔ اور پھر عوام کی حق رسی نہیں ہوتی۔ لہذا حکومت کا ہونا نہ ہونا عوام کے لئے برابر ہو جاتا ہے۔ اسلام نے قانونی حقوق میں مساوات قائم کر کے اس خامی کو دور کیا۔ اور شاہ و گدا

کو قانون انصاف کے آگے برابر کر دیا۔ زبانی دعویٰ تو ہر حکومت یہی کرتی ہے۔ لیکن جہاں تک عمل کا تعلق اسلامی تاریخ کے علاوہ کسی دین و آئین میں مساوات قانونی کا عملی رنگ موجود نہیں، خلفاء اور شاہان اسلام کو ایک معمولی غریب کے دعویٰ کی جواب دہی کے لئے عدالت میں حاضر ہونا پڑتا تھا۔ اور عدالت کا فیصلہ سنتے ہی اس پر عمل کرتے تھے۔ اسلامی تاریخ مساوات قانونی کے عملی واقعات سے بھرپور ہے۔ ہم اختصاراً ان کو ترک کرتے ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف انگلستان کے آئین میں صاف لکھا ہے کہ بادشاہ ہر قانون سے مستثنیٰ ہے۔

اسلامی معاشی نظام میں اشیاء مشترکہ | اسلام کے معاشی نظام میں اشیاء مشترکہ یا

بالفاظ دیگر اسلامی اشتراکیت — اسلام دین فطرت ہے۔ لہذا اس نے اپنے معاشی نظام میں ایسی اشیاء کو شخصی ملکیت سے مستثنیٰ کر کے مشترک عوامی ملکیت میں شامل کیا۔ جن کا تعلق انسانی جدوجہد اور انسانی سعی و عمل سے نہیں۔ اور جن کی ضرورت سب عوام کو ہے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

علویات میں سے آفتاب و مانتاب اور سفلیات میں سے پانی (دریا کا ہو یا سمندر کا)۔ آگ، گھاس، نمک، خشکی یا آبی شکار مشترک ہیں۔ (ابن ماجہ، ہدایہ، کتاب الفراج امام ابو یوسف)۔ ان مذکورہ اشیاء کے ساتھ سب عوام کا حق متعلق ہے۔ کوئی کسی کو محروم نہیں کر سکتا۔ اور نہ حکومت عوام پر پابندی رگاسکتی ہے۔ الا اس صورت میں کہ عوام کو اس میں نقصان ہو۔ دریا میں سے ہر آدمی کو پانی پینے کا حق ہے۔ جانوروں کو پانی پلانے کا بھی حق ہے۔ نالی کھود کر کھیت سیراب کرنے کا بھی حق ہے۔ اس میں کشتی چلا کر پیسے کمانے کا بھی حق ہے۔ اس کے پانی میں مچھلی پکڑنے کا بھی حق ہے۔ خواہ دریا ہو یا سمندر۔ اسی طرح خود رو گھاس میں ہر آدمی کا حق ہے۔ خواہ خود کاٹے یا اگر مالک زمین کو ضرر ہو۔ تو وہ خود کاٹ کر اس کے حوالہ کر دے۔ اسی طرح پہاڑوں سے قدرتی نمک حاصل کرنا ہر آدمی کا حق ہے۔ کہ اس سے استفادہ کرے۔ زمینی ہمسندری اور دریائی شکار پر بھی کوئی پابندی نہیں۔ تمام عوام اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح سمندر سے جو ہر اہر است۔ عنبر وغیرہ نکلتے ہیں۔ وہ سب کا حق ہے۔ وَفِي الْغَايَةِ شَرْحُ هِدَايَةِ فِيمَا فِي الْبَحْرِ لَا يَمْلِكُ الْإِمَامُ أَنْ يَخْصِيَ وَاحِدًا دُونَ وَاحِدٍ - بادشاہ کا حق نہیں کہ سمندری اشیاء کو کسی کے لئے مختص کر دے۔

مراقت بلد | جو غیر مملوکہ زمین شہر سے باہر ہو لیکن شہر والوں کو اس کے جنگل میں سے لکڑی جلانے کی ضرورت ہو یا مویشی چرانے کی، ایسی زمین مشترک رہے گی۔ تاکہ شہری ضرورت اس سے پوری ہو سکے۔ وہ موات کے حکم میں نہیں۔ کہ کوئی ایک فرد اس پر قبضہ کرے۔ اور نہ یہ

جائز ہے کہ حکومت وہ کسی کو بطور جاگیر دے۔ دُعَاكَان خَارِجَ الْبَلَدِ مَنْ مَرَاتِقَهَا وَمَحْتَطِبًا لَاهِلِهَا وَمَعَالِمُ لَا يَكُونُ مَوَاتًا فَلَا يَمْلِكُ الْإِمَامُ اقْطَاعُهَا۔ (عناہ علی الہدایہ ص ۳۵۳)

فناء عامہ مشترک ملکیت ہے | آبادی کے قریب کھلی زمین عوام کی ملکیت ہے جس میں وہ مویشی چرائیں گے۔ اور کٹی ہوئی فصل رکھیں گے۔ تو ان منافع عامہ کے تعلق کی وجہ سے وہ زمین موات کے حکم میں نہیں۔ وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں بن سکتی۔ دَفْنِ الزَّلِيلِ عَلَى الْهَدَايَةِ ص ۳۵۳
فَنَاءُ الْعَامَةِ يَنْتَفَعُونَ بِهِ لَا نَفْعَ مَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ لِرَعَى مَوَاشِيهِمْ وَحِمَائِهِمْ فَلَمْ يَكُنْ اقْطَاعُهُمْ مَنْقُطَعًا مِنْهُ ظَاهِرًا فَلَا يَكُونُ مَوَاتًا

معاون قابرہ عوام کی ملکیت ہے | المعاون الظاهرة وهي التي يؤمل اليها بغير مؤنة فينبأ بها الناس وينتفعون بها كالملح والماء والكبريت والقيروا الموميا والنفث والكلب والياقوت ومقاطع الطين واشباه ذلك۔ ذلك لا يملك بالاحياء ولا يجوز اقطاعها لاحد من الناس۔ (المغني لابن القدامة ص ۵۱۸) کھلے معدنیات جن تک رسائی میں زیادہ تکلیف نہ ہو اسکو عوام باری باری سے استعمال میں لائیں گے اور اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ جیسے نمک، پانی (جس میں سوئی گیس بھی داخل ہے۔ گوگرد، تارکول، بومیائی، مٹی کا تیل، پٹرول، سرمہ، یا قوت اور نمکی ٹکڑے (جس میں کھاد بھی داخل ہے)۔
خراج اور مالگذاری میں عوام کا حق | الخراج فيسبب جميع المسلمين ان عتب على ارض

الخراج والنقطع الماء واصطلم الزرع فلا خراج (كتاب الخراج لابن يوسف) خراج تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ اگر زمین پر آفت پڑے یا پانی نہ ہو۔ یا فصل برباد ہو جائے۔ تو خراج وصول نہیں کیا جائے گا۔
اداء کفایت | مزارع مسلم وغير مسلم کو تخم بیل وغیرہ کی رقم دی جاتی تھی۔ ان سے دفع للعاجز کفایت من بیت المال۔ (فتح القدیر ص ۱۵۵)

غیر مسلم رعیت بھی اگر محتاج ہو تو وہ معاہدہ حیرہ کے سلسلہ میں فاروق اعظم کا فرمان ہے۔
بیت المال سے روزینہ کی مستحق ہے | کہ جو بوڑھا کام نہ کر سکے یا اسکو کوئی آفت پہنچے
یا مالدار کی بعد فقیر ہو جائے کہ اس کے ہم مذہب اس کو خیرات دینے لگیں، تو اس سے ہزیرہ معاف ہے۔ اور اسکو اور اس کے سارے کنبے کو سرکاری خزانہ سے اخراجات دئے جائیں گے۔ جب تک اسلامی مملکت میں رہے۔ اگر اسلام مملکت سے نکل جائے تو پھر اسلامی سلطنت پر اس کا خرچ لازم نہیں۔ (كتاب الخراج امام ابو يوسف ص ۵۵)

(باقی آئندہ)



دیرینہ پیچیدہ جسمانی۔ روحانی | جمال شفاء خانہ رجسٹرڈ صدر بازار نوشہرہ چھاؤنی
امراض کے خاص معالج